میں بیٹھ کر کام کرنے کی ضرورت ہوگی اس لیے کہ شعرائے جاہلیت کا غیر متداول اور نایاب کلام بڑی حد تک ان کتب خانوں میں موجود ہے۔

****

۸۰

وما التيفاق والمعفا ق والعنيداق والارمد
وما العطاط والقطا ط والملطاط والمذود
وما الظنّ وما الظنّ وما القن وما الاعود
وما العاق والنات ق والفاسق والمصمد
وما الهضهاض والانفا ض والاوناض والاقمد
وما اللضلاض والنفّا ض والانواض والمقعد
وما العارض والغام ضُ والناقض والانقد
وما الكتفانُ والكلفا ن والصرفان والارغد
الا لا تحقرنْ شعرى فشعرى من يزيد ازيد
لقد حسّنت شعراكا حريت المضرم الموقد
نصيحًا لو حضر سحبا اقرّ له لسيد ابلد
الا قل للمجادل ردّ ك سلم لا تكن اعند
فانت الصاغر الضارع وانت الاعقد الافند
لقد كلفت يا مسكين تقاتل بالحديد ادرد
وان خامرك شكٌّ قد فميدان السباق اجرد

قد تمت هذه النسخة فى شهر جمادى الاولى لسنة اربع وثلاثين على ثلاثمائة والف من الهجرية

٣

قال عدى بن رعلاء الغسانى

«الخفيف»

ربما ضربة بسيف صقيل   دون بصرى وطعنة نجلاء
وغموس تضل فيها يد الآ   سى ويعيى طبيبها بالدواء
رفعوا راية الضراب وآلوا   ليذودن سامر الملحاء
فصبرنا النفوس للطعن حتى   جرت الخيل بيننا فى الدماء
ليس من مات فاستراح بميت   انما الميت ميت الاحياء
انما الميت من يعيش ذليلا   سيئا باله قليل الرجاء

قال رجل من غنى

«البسيط»

ان العواذل قد اتعبننى نصبا   وخلتهن ضعيفات القوى كذبا
الغاديات على لوم الفتى سفها   فيما استفاد ولا يرجعن ما ذهبا
يا ايها الراكب المزجى مطيته   لا نعمة تبتغى عندى ولا نسبا
اعص العواذل وارم الليل عن عرض   بذى سبيب يقاسى ليله خببا
نائى المعدين خاظ لحمه زيم   سام يجر جياد الخيل منجذبا
ملء الحزام اذا ما اشتد محزمه   ذى كاهل ولبان يملأ اللببا
يظل يخلج طرف العين منشرفا   فوق الاكام اذا ما انتص وارتقبا
كالسمع لم ينقب البيطار سرته   ولم يدجه ولم يضرب له عصبا
عارى النواهق لا ينفك مقتعدا   فى المطنبات كأسراب القطا عصبا

مواخاۃ' اسلامی معاشرے کا سنگ بنیاد

محمد یوسف فاروقی

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

مواخاۃ أخوۃ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ایک دوسرے کا بھائی بننا۔ تاریخ اسلامی میں یہ لفظ ایک مثالی معاشرہ کا عنوان بن گیا ہے۔ عام طور پر سیرت کی کتابوں میں مواخاۃ کا ذکر اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ یہ محض مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے اختیار کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں دونوں طبقوں کے درمیان رشتۂ اخوت مضبوط ہو گیا تھا، لیکن اگر بنظر غایر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کا ایک اہم حصہ تھا ، جس کے بہت دور رس معاشرتی سیاسی اور اقتصادی نتائج برآمد ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ عمل دو مرتبہ پیش آیا۔ پہلی مواخاۃ مکہ مکرمہ میں ہوئی اور یہ وہاں اسلام قبول کرنے والوں کے درمیان کرائی گئی تھی. مکی زندگی میں جب مختلف گھرانوں اور مختلف قبائل کے ایک ایک یا دو دو افراد اسلام قبول کر رہے تھے، ان میں قریش کے افراد بھی تھے اور بعض دیگر قبائل سے تعلق رکھنے والے بھی، بعض مال دار بھی تھے اور بہت سے نادار و غریب بھی، حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کا خمیازہ انہیں یہ بھگتنا پڑتا تھا کہ اپنے ہی خاندان کی دشمنی مول لینا پڑتی تھی. گھر والے منہ موڑ لیتے تھے، رشتہ دار اور احباب قطع تعلق کر لیتے تھے، قبائلی نظام میں خاندان کی

سرپرستی اور تحفظ کی جو ضمانت حاصل ہوتی تھی اب اس کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی، بلکہ دین سے ہٹانے کے لئے مختلف حربے استعمال کیے جاتے تھے، ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے آپ کو تنہا تنہا محسوس کرنے لگے تھے، مصائب و ابتلاء کے اس دور میں یہ احساس شدت سے ابھر رہا تھا کہ ان کا کوئی قریبی دوست ہو جس سے حال دل کہہ سکیں۔ کوئی ایسا شریک غم ہو جس کے سامنے اپنے غم کو ھلکا کر سکیں، خونی رشتوں کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے جس انس و تعلق کے فقدان کا احساس ہو رہا ہے وہ ختم ہو جائے۔ یہ ایک اہم معاشرتی مسئلہ تھا جسے رسول اللہ نے اس طرح حل فرمایا کہ ان کے درمیان مواخاۃ کرادی. اس طرح ان مسلمانوں کے درمیان ایک نیا رشتہ الفت و محبت قائم ہو گیا۔ اس عقد مواخاۃ سے ان افراد کے تحفظ اور آباد کاری کا حل بھی پیش نظر تھا جو مکہ مکرمہ کے باشندے نہ تھے۔ بلکہ باھر سے آئے تھے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ مواخاۃ جن لوگوں میں کرائی گئی تھی وہ یہ تھے۔

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو باھم بھائی بنا دیا گیا، حضرت عثمان غنی کے بھائی عبد الرحمن بن عوف ہوئے۔ عبیدہ بن الحارث اور بلال بن رباح، ابو عبیدہ اور سالم مولی ابی حذیفہ، زبیر بن عوام اور عبد اللہ بن مسعود، مصعب بن عمیر اور سعد بن ابی وقاص، سعد بن زید اور طلحہ بن عبید اللہ میں بھائی بندی ہوئی.

مستدرک حاکم میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے اصحاب کے درمیان مواخاۃ کرادی تو اس موقعہ پر حضرت علی باقی رہ گئے تھے ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ان سب کے درمیان رشتہ اخوۃ قائم کر دیا ہے میرا بھائی کون ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں۔ (۱) یہ پہلی مواخاۃ تھی جو معاشرتی ضرورت کے تحت عمل میں

آتی تھی. ایک اور اہم بات جو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر تھی وہ یہ کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے وہ افراد جو بہت غریب تھے یا وہ جنھوں نے غلامی کی حالت میں زندگی کا طویل حصہ گزارا تھا، جس کی وجہ سے ان کی ذھنی سطح سرداران عرب کے مقابلہ میں بہت نیچی تھی، عزائم اور طبیعت میں بھی قائدین کا سا ولولہ اور بلندی نہیں تھی، ان کی مواخاۃ ایسے افراد کے ساتھ کرائی گئی جو قریش کے نمایاں طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور پوری طرح قائدانہ صلاحیتیں رکھتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دل و دماغ پر غلامی کے جو اثرات تھے وہ بہت جلد ختم ہو گئے اور فکری و طبعی اعتبار سے وہ بھی اعلی درجے کی قائدانہ صلاحیتوں کے مالک بن گئے۔ ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم کا مقام تو اس قدر بلند ہوا کہ حضرت عمر نے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا کہ ,,اگر آج سالم مولی ابی حذیفہ زندہ ہوتے تو میں انہیں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر دیتا،،(۲) ۔ حضرت عمر کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سالم میں اتنی بڑی تبدیلی آ گئی تھی کہ وہ بہت سے آزاد اور نمایاں حیثیت رکھنے والوں سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ تو آزاد غلاموں میں اتنا بڑا انقلاب رسول اللہ ﷺ کی اس بلند اور کامیاب پالیسی کا نتیجہ تھا۔ اس اسلامی روح کے اثرات عہد نبوی کے بعد بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ علماء کرام کی نمایاں شخصیتوں میں موالی بھی اپنی فکری اور علمی وسعتوں کے ساتھ میدان علم و عمل میں سر خیل نظر آتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں عطا ابن رباح، یمن میں طاؤس بن کیسان، سر زمین مصر میں یزید بن حبیب، شام میں امام مکحول، خراسان میں ضحاک بن مزاحم، جزیرہ میں میمون بن مہران اور بصرہ میں حسن بن ابی الحسن بصری وغیرہ موالی تھے اور أئمہ محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔

دوسری مرتبہ مواخاۃ مدینہ میں هجرت کے تقریباً پانچ ماہ بعد

مہاجرین و انصار کے مابین ہوئی. اس مواخاہ کے ذریعہ ۴۵ مہاجرین کو ۴۵ انصار کے ساتھ رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا گیا۔ یہ مواخاۃ کئی اعتبار سے تاریخ اسلام میں بہت اہمیت رکھتی ہے. سیاسی نقطہ نگاہ سے اس کے بڑے دور رس نتائج برآمد ہوئے۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے زیادہ اہم طبقہ اوس و خزرج کا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کی باہمی خون ریز جنگوں کے زخم ابھی پوری طرح مندمل نہیں ہوئے تھے۔ یہودی جو مدینہ کی اقتصادیات کو اپنے قبضہ میں لیے ہوئے تھے بظاہر رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید کہہ رہے تھے لیکن یہودیوں کی تاریخ پر نظر رکھنے والا کوئی فرد بھی ان پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا، یہودیوں کے پیش نظر ان کی اپنی سیاسی مصلحتیں تھیں، وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعاون کرکے عربوں کی قوت کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکیں گے اور روم کے عیسائیوں کے خلاف انتقامی کار وائی کر سکیں گے، جنھوں نے ان یہودیوں کو مقدس سر زمین فلسطین سے نکال دیا تھا۔ یہودیوں کے سیاسی عزائم کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ یکجہتی اتحاد و استحکام ہو۔

مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرکے آنیوالے مہاجرین کا تعلق عدنانی عربوں سے تھا، جو مکۂ مکرمہ اور حجاز کے صحرائی علاقوں میں آباد تھے، یہ لوگ بدویانہ زندگی کے عادی تھے، ان کی عادات و اطوار میں صحرائی قوم کے اثرات راسخ تھے، ان کی تہذیب و تمدن اور رسوم و رواج میں خشک صحرائی علاقوں کی تہذیب رچی بسی ہوئی تھی. دوسری طرف مدینہ منورہ میں آباد اوس و خزرج کا تعلق قحطانی عربوں سے تھا، یہ پہلے یمن میں آباد تھے، اور زراعت پیشہ لوگ تھے، اہل یمن زراعت اور آبپاشی میں بہت ترقی یافتہ تھے، انھوں

نے اپنی زمینوں کی آب پاشی کے لئے ایک عظیم الشان بند تعمیر کیا تھا جو تاریخ میں سد مآرب کے نام سے مشہور ہے۔ پانی کی کثرت اور اچھی زراعت کی وجہ سے یہ لوگ خوشحال تھے، قرآن حکیم میں سورۂ سبا میں ان کی خوش حالی کو بیان کیا گیا ہے۔ بعد میں ایک زبردست طوفان آیا جس کی وجہ سے اہل یمن کا یہ عظیم الشان بند بھی تباہ ہوگیا اور زمینیں زیر آب آگئیں، یہ سیلاب تاریخ میں سیل عرم کے نام سے منسہور ہے؟ قرآن حکیم نے بھی اس سیلاب کا ذکر کیا ہے اس تاریخی سیلاب کے بعد یہاں سے بہت سے قبائل نے ترک وطن کرلیا، لیکن یہ ایسی جگہوں پر جا کر آباد ہوئے جہاں اچھی قابل کاشت زمینیں تھیں اور پانی کی سہولت تھی، قبیلہ قحطان کے انہی لوگوں میں سے کچھ مدینہ منورہ میں جا کر آباد ہو گئے، اور وہاں بھی زراعت کو ذریعہ معاش بنایا، مدینہ منورہ کے مشہور قبائل اوس و خزرج کا تعلق انہی سے تھا، ان کی تہذیب و ثقافت میں متمدن اور متمول قوموں کے اثرات تھے۔ ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں قحطانیوں اور عدنانیوں دونوں کا اجتماع ہو گیا۔ ان دونوں جماعتوں کے تہذیبی اور تمدنی فرق کو ختم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ انہیں ایک دوسرے سے بہت قریب کیا جائے، اور ایسا انداز تربیت اختیار کیا جائے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی اچھی عادات اور مفید طور طریقے تو اختیار کر لیں لیکن آپس میں کسی قسم کا نسلی تعصب نہ ابھر سکے۔ اس بات کا بہت زیادہ خطرہ تھا کہ یہودی جو مدینہ منورہ کی سیاست میں ایک اہم گروپ کی حیثیت رکھتے تھے وہ قحطانیوں کے اس تہذیبی اختلاف کو ابھاریں گے اور انہیں متحد ہونے کے بجائے تفریق کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کرینگے۔ اس سے قبل اوس و خزرج کی طویل جنگوں میں وہ یہ کردار ادا کر چکے تھے۔ اس خطرہ کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا معاشرتی اہم فیصلہ کیا جائے، یا ایسی پالیسی اپنائی جائے کہ ان منڈلانے والے خطرات کی روک تھام کی جا سکے۔ لہذا ان

تمام خطرات کا سد باب کرنے اور ایک نئی ملت کی تشکیل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کرائی. اس فیصلہ کی رو سے ان غریب مہاجرین کو انصار کے اموال میں شریک کر دیا گیا اور مرنے کے بعد وراثت میں بھی شریک ٹھہرایا گیا۔ اس عمل کا فوری طور پر اقتصادی فائدہ تو یہ ہوا کہ بے خانماں مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ حل ہوا، ساتھ ہی ان کی معاشی مشکلات بھی دور ہوئیں۔ سرزمین مکہ سے ہجرت کرکے آنے والے یہ افراد تجارت پیشہ لوگ تھے۔ انصار کی مالی اعانت اور اپنے سابقہ تجارتی تجربات کی وجہ سے انہوں نے جلد ہی نہ صرف اپنے آپ کو مستحکم کر لیا بلکہ تجارت میں یہودیوں کی اجارہ داری کو بھی توڑ دیا۔ انصار و مہاجرین آپس میں اس قدر گھل مل گئے کہ عدنانی و قحطانی قبائل کا تہذیبی و تمدنی بُعد بھی ختم ہو گیا۔ اور ایک نئی تہذیب ایک نئے تمدن کا آغاز ہو گیا، وہ تہذیب و تمدن جس کی اساس اسلام کے بنیادی عقائد تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان مختلف تہذیبی قبائل میں جو روح بیدار کی تھی اور جس خلوص و مودت کے ساتھ رشتہ مواخاۃ قائم فرمایا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بہت جلد ایک ملت واحدہ بن گئے، جس کا کلمۂ جامعہ صرف اسلام تھا۔

جن لوگوں کے مابین یہ نیا رشتہ اخوت و محبت قائم ہوا تھا یہ خونی رشتوں سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔ ان کے باھمی ایثار و قربانی کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح کیا ہے۔

"و یؤثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصہ"

وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ھیں وہ خود ضرورت مند کیوں نہ ھوں[۴]

تاریخ میں ھمیں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پتہ

چل سکے کہ ان ۹۰ افراد میں کبھی بھی کوئی جھگڑا یا رنجش ہوئی ہو۔ حقیقی بھائیوں کے درمیان تو اختلافات اور جھگڑوں کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں مگر ان بھائیوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی . ہاں اخوت و محبت ،ایثار و قربانی کی لا تعداد مثالیں موجود ہیں۔

★★★★★★★

---

(۱) فتح الباری، باب کیف آخی النبی بین اصحابہ ۔ ناموں کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے، ابن سید الناس، عیون الاثر ج ۱ ص ۱۹۹

(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۲، ص ۲۳۶ الاستیعاب ج ۲ ص ۵۶۸۔

(۳) الحشر ۹